صدقہ دینے والے کی پختہ نیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے صدقہ کا بدلہ اس مجموعہ صدقات سے جس میں اس کا صدقہ بھی ملا ہوا ہوتا ہے ۔ معہ شئے زائد لے لیگا ۔ اگر قسمت و تقدیر (قرعہ اندازی) اس کو اس سے محروم نہ کر دے ۔ یہ نیت لینے کی نہ ہو تو کوئی لاٹری میں شریک نہو ۔

تیسری دلیل ۔ ڈپٹی صاحب کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل مصدق (صدقہ دینے والے) کے لئے رجوع فے الصدقہ کے حلال ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتی ۔ ہاں اس امر کی کامل اور قطعی دلیل ہے کہ ڈپٹی صاحب کو مسائل شرعیہ فقہیہ سے پوری واقفیت نہیں ہے ۔ صدقہ متصدق علیہ کے قبضہ میں آکر اور فقد بلغت محلھا کا مصداق بنکر ہدیہ ہو جاتا ہے ۔ تو صرف غیر متصدق (جو صدقہ دینے والا نہو ۔) کے لئے ہدیہ ہو جاتا ہے ۔ (جیسے بریرہ کا صدقہ (گوشت) اس کے ملک میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جو اس گوشت کے صدقہ کرنے والے نہ تھے ہدیہ ہوگیا تھا ۔ اس صدقہ کا متصدق علیہ کے ہاتھ میں آکر خود متصدق (خیرات کرنے والے) کے لئے ہدیہ ہو جانا کسی مذہب کی رو سے ممکن و جائز نہیں ہے ۔ بلکہ صدقہ کرنے والا اگر اسکو ارزاں قیمت دیکر بھی خرید لے تو اسکو وہ صدقہ حلال نہیں ہوتا اور اس صدقہ میں اُسکا رجوع کرنا ایسا ہے جیسا کُتا قے کرے ۔ پھر اُسکو چاٹ لے ۔ یہ حکم خاص اور صریح طور پر ایک حدیث میں آچکا ہے جسمیں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو فی سبیل اللہ گھوڑی پر سوار کیا تھا وہ اسکی (خبر گیری نہ کرنے سے) ضائع ہونے لگا ۔ تو حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کو خرید لیں ۔ اور یہ خیال کیا کہ وہ ارزاں قیمت سے بیع کر دے گا ۔ پھر اس کی بابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو اُسے مت خرید ۔ اگرچہ ایک درہم کو وہ دیدے

عن عمر بن خطاب قال حملت علی فرس فی سبیل اللہ فاضاعہ الذی کان عندہ فاردت ان اشتریہ وظننت انہ یبیعہ برخص فسئلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا تشترہ ولا تعد فی صدقتک وان اعطاکہ بدرہم ۔ فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ

(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۶۲)

اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کر کہ صدقہ میں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسا کُتا قے کر کے چاٹنے والا۔

افسوس ڈپٹی صاحب ایسے مشہور حدیث سے ناواقف ہیں۔ اور مصدق علیہ کے قبضہ سے مصدق پر صدقہ کو ہدیہ ٹہراتے اور حلال قرار دیتے ہیں۔

(۲) ربا تو اس صورت لاٹری میں کُھلم کُھلا پایا جاتا ہے۔ اُسکے پائے نہ جانے پر ڈپٹی صاحب نے جو **پہلی دلیل** پیش کی ہے وہ بھی ڈپٹی صاحب کے مسائل دین سے ناواقف ہونے پر دلیل ہے۔ نہ اس لاٹری میں ربا نہ پائے جانے پر اسلئے کہ ربا کو صرف قرض سے مخصوص کہنا مسائل شرعی فقہی سے اپنی ناواقفی ظاہر کرنا ہے۔ اور درحقیقت ربا قرض سے مخصوص نہیں ہوتا۔ بلکہ جیسا کہ ربا قرض میں پایا جاتا ہے ویسا ہی بیع میں پایا جاتا ہے۔ اور ویسا ہی ہدیہ یا صدقہ بالعوض میں پایا جاتا ہے۔ جو شرعاً بیع کا حکم رکھتا ہے چنانچہ تفصیل وتشریح کے ساتھ اصل جواب میں مذکور ہوا۔

دوسری دلیل۔ ڈپٹی صاحب کی بھی اُن کی ناواقفی پر دلیل ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو ربا کسی خاص مقدار سے معین نہ ہو اور اسکا حصول بھی یقینی نہ ہو وہ جائز وحلال ہے۔ ربا کے ربا ہونے کے لئے اسقدر تعیین مقدار کافی ہے (جو اس لاٹری میں پائی جاتی ہے۔) کہ نصف یا ثلث سرمایہ جملہ قرعہ والے اشخاص کو بحصّہ مساوی یا غیر مساوی دیا جاویگا۔ جو اُنکے دیئے ہوئے روپیہ سے بمراتب زائد ہوگا۔ اور اسی مقدار کی طمع وامید سے لوگ اسمیں شریک ہوتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ اگر ہمارے نام قرعہ نکل آیا تو ہم کو اپنے دیئے ہوئے روپیہ سے کئی حصہ زائد ملجائیگا۔

ان کی اس شرط اور شک وتردد کی وجہ سے وہ ربا سود ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سود ہونے کے ساتھ قمار ہی بن جاتا ہے۔ اور اس کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی سود خوار کسی ایسے شخص کو جس کے ہاتھ میں کسی کی وراثت سے یا کسی کے مقدمہ میں

فتحیاب ہو جانے سے روپیہ آنے والا ہو۔ ایک سو روپیہ قرض دے اور اُسکے بدلے اس سے ایک ہزار لینا ٹہرا لے۔ مگر اُسکو اس ایک ہزار کی وصولی کا یقین نہ ہو۔ بلکہ یہ تردد و خوف بھی ہو کہ شائد اس وراثت یا مقدمہ سے اُسکو روپیہ نہ ملے۔ وہ اپنے مورث سے پہلے مرجائے یا مقدمہ کو ہار بیٹھے۔ اس شخص کے اس خوف و تردد کی وجہ سے اسکا وہ سود ایک ہزار سود ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ سود ہونے کے ساتھ قمار بھی کہلاتا ہے۔ جسکے سود اور قمار ہونے میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے۔

(۳) اسمیں جھگڑا نزاع کا پیدا نہ ہوتا اگرچہ مسلمانوں کے مسائل اسلام سے ناواقفی اور زمانہ جہالت (جو شجاعت اور مداہنت کی ماہے) تک ممکن ہے۔ مگر جب مسلمانوں کو یہ علم ہوگا کہ یہ عقد شرعاً کوئی صورت جواز نہیں رکھتا۔ اور جو قرعہ اسمیں ڈالا جاتا ہے۔ وہ بعینہ جاہلیت کی قرعہ اندازی ازلام کی مانند ہے۔ اور جو لوگ اس قرعہ کے ذریعہ سے مال لی گئی ہیں وہ ناحق و بلا استحقاق لوگوں کا مال لی گئی ہیں۔ اور جو نصف یا ثلث مال قرعہ زاز کے پاس رہا ہے وہ بھی ناحق و بلا استحقاق اس نے رکھا ہے تو وہ ضرور اس لاٹری کے سے نزاع و جھگڑا اکھڑا کرینگے۔ اور اپنا دیا ہوا روپیہ واپس طلب کرینگے۔

(۴) قمار و ازلام جاہلیت کی صورت بھی اس میں صاف اور صریح پائی جاتی ہے جسکا ذکر و بیان صنـ۲ وغیرہ نمبر ۱ میں ہو چکا ہے۔ یہاں گو وہ پانسی جاہلیت کی نہیں لاٹی جاتی۔ مگر کام وہی کیا جاتا ہے جو پانسی کرتے تھے۔ (یعنے غیر مستحق کو مستحق بنانا۔ اور مستحق کو محروم کرنا۔)

لہذا اس لاٹری کی قرعہ اندازی۔ ازلام جاہلیت کی قرعہ اندازی کی مانند ہے۔ قرعہ اندازی مسنون سے اسکی کوئی نسبت و مناسبت نہیں ہے۔

قرعہ اندازی مسنون میں **دو امر** پائے جاتے ہیں۔ (جو اسکے اصل اصول ہیں۔) اوّل جملہ اشخاص متعلقین قرعہ کا استحقاق میں مساوی ہونا۔ **دوسرا** ہر ایک مستحق کا اپنے

حق کو اپنی خواہش و استحقاق کے مطابق بلا حرج و نقصان نہ پہنچ سکنا۔ ان دونوں امور کی نظر سے شارع سلام نے قرعہ اندازی کو جائز رکھا ہے۔ جسکا نتیجہ بھی عمدہ نکلتا ہے۔ اور اس میں قدرتی انصاف پایا جاتا ہے۔ ہر ایک حق دار کو بقدر امکان برابر حق مل جاتا ہے نہ اپنے حق سے کوئی مطلق محروم رہتا ہے۔ اور نہ کوئی بلا استحقاق کچھ زیادہ لیجاتا ہے۔

اس کی ایک مثال اسمقام میں پیش کیجاتی ہے۔ دو شخصوں یا چند اشخاص نے ایک ناقابل قیمت مکان یا ایک گھوڑا ملکر خریدا۔ پھر انہوں نے اسکو باہم تقسیم کرنا چاہا۔ اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوئی کہ اصل مکان یا گھوڑا اُسکے ہاتھ آوے۔ اور دوسرا شریک اپنے حصّہ کی قیمت لے لے وا انیکہ اس مکان یا گھوڑے کی نسبت ہر ایک مساوی درجہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور ہر ایک کو بلا نقصان اس کا پہنچنا ناممکن ہے۔ لہذا ہر ایک اسپر راضی ہو جاتا ہے کہ جسکے نام پر قرعہ نکلے وہ اصل گھوڑا یا مکان لے لے۔ اور باقی شرکاء اپنے اپنے حصّہ کی قیمت اس سے وصول کریں۔ اس قرعہ اندازی میں کوئی شخص اپنے حق سے محروم [illegible] گھوڑا یا مکان [illegible] اُسکے حصّہ کی قیمت [illegible] ہاتھ آئی۔

یہ دونوں امر اور اسکا نتیجہ قدرتی انصاف نہ زمانہ جاہلیت کے قمار و ازلام پائے جاتے تھے اور نہ زمانہ حال کی لاٹری میں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ان میں ان امور کا خلاف پایا جاتا ہے۔ غیر مستحق کو مستحق بنایا جاتا ہے۔ اور حقدار کو اسکے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور انصاف کا خون ہوتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کی بے انصافی کی صورت ناظرین صفحہ ۲ میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ منجملہ اُن دس اشخاص کے جو ایک اونٹ اودہار خرید کرتے تھے۔ تین اشخاص کو جنکے نام پر خالی تین پانسے (منیح [1] - سفیح [2] - وغد [3] -) نکلتے تھے صاف اور قطعی محروم کیا جاتا تھا۔ اور باقی ماندہ سات اشخاص کو انکے استحقاق سے بڑھ کر غیر مساوی حصّہ دیئے جاتے تھے (جو قرعہ مسنونہ کے بالکل برخلاف امر تھا۔) ایسا ہی بعینہ اس لاٹری میں ہوتا ہے

کہ منجملہ ہزارہا مستحقین کے صرف دس یا بیس یا پچاس اشخاص کو جنکے نام کا قرعہ نکلے جاہلیت کی مانند صاف محروم رکھا جاتا ہے۔

ان لوگوں کا اپنی محرومی پر راضی ہو جانا۔ اور یہ مان لینا کہ جن دس یا بیس یا پچاس اشخاص کے نام کا قرعہ نکلیگا ان ہی کو ہمنے اپنا حق دیدیا۔ **اس عقد کو قمار جاہلیت** کی مانند ہونے سے **نہیں نکالتا** بلکہ وہ اسکو اچھا طرح اس کی مانند بناتا ہے۔ کیونکہ قمار جاہلیت میں بھی اسیطرح تسلیم کیا جاتا۔ اور اُسپر اظہار رضا ہوتا تھا کہ جن اشخاص کے نام تین پانسی خالی (منیح۔ سفیح۔ وغد۔) نکلینگے وہ اونٹ کے حصول سے محروم رہینگے۔ بلکہ اونٹ کی قیمت بطور تاوان بھر دینگے۔ انکی اسی رضا و تسلیم نے اس عقد جاہلیت کو قمار بنایا تھا۔ پھر وہ رضا و تسلیم اس لاٹری کو کیون قمار نہ بنائے گی۔ اس رضا و تسلیم کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور یہ رضا و تسلیم ایک ناجایز عقد۔ زنا۔ شراب وغیرہ۔ بیع باطل۔ اجارہ فاسد۔ وغیرہ میں پائی جاتی ہے جسکے پائے جانے کے ساتھ شرعاً ان عقود [illegible] مشابہت [illegible] و مماثلت اس لاٹری کی قمار جاہلیت سے اس لاٹری کی ظاہری صورت و شرط کی نظر سے ہے۔ کہ اسمیں سبھی چندہ دینے والے چندہ کی وجہ سے مساوی درجہ کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ **اور اگر اس لاٹری کی** اصل حقیقت اور حکم شرعی **کی طرف نظر کی جائے** کہ اس میں ہر شخص اس قصد اور بدنیت سے چندہ دیتا ہے۔ کہ اگر اُسکے نام پر قرعہ نکل آیا تو وہ ایک روپیہ کے بدلے سو یا ہزار روپیہ لے گا تو اس حقیقت کی نظر سے یہ لاٹری قمار جاہلیت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے اس مین کوئی ایک بھی نہ چندہ دینے کا مجاز ہے۔ اور نہ اسکا عوض لینے کا مستحق کیونکہ اس نیت سے چندہ دینا اور پھر اُسکا عوض ایدیا برابر کا برابر لینا شرعاً جائز نہیں۔ چنانچہ ہمارے جواب میں مفصل و مدلل مذکور ہو چکا ہے۔

اس نظر سے اس لاٹری میں ہر شخص کی قرعہ اندازی بلا استحقاق ہے۔ اور وہ قمار جاہلیت

-43

سے جسمیں جملہ اہل قرعہ حقدار ہوتے ہیں - بدتر ہو جاتی ہے - اور قرعہ مسنونہ سے جسمیں سب کے سب استحقاق رکھتے ہیں - اسکی کوئی مناسبت و مشابہت نہیں رہتی -

اس تفصیل و تشریح کو پڑھکر ناظرین کو یقین ہو گا کہ یہ لاٹری قمار جاہلیت کی پوری نظیر ہے یا اس سے بھی بدتر - ڈپٹی صاحب کا اسکی نسبت یہ دعوےٰ کرنا کہ یہ صورت قمار و ازلام نہیں ہے اور پھر اس دعوے کے ظہور و بداہت کا مدعی بننا حقیقت قمار جاہلیت اور مسائل شرعیہ سے ناواقفی پر مبنی ہے - جو کمال افسوس کا محل ہے -

(۵) اس لاٹری میں اخلاقی برائی بھی صریح وصاف طور پر پائی جاتی ہے - پانچ روپیہ چندہ اس نیت سے دینا کہ ہمارے نام پر قرعہ نکلا تو ہم پانچ سو یا پانچہزار لینگے - اور پھر جب قرعہ نکل آوے پانچ روپیہ کے بدلے پانچسو یا پانچہزار روپیہ لوگوں کا بٹور کر گھر میں لیجانا - یہ وہی تو بداخلاقی بے مروتی ناہمدردی بے رحمی ہے جس نے سود کو حرام کیا ہوا ہے - یہ ناہمدردی اور بے رحمی اخلاقی برائی نہیں تو پھر معلوم نہیں دنیا میں اس سے بڑھ کر بداخلاقی و مال مردم خوری کیونکر متصور ہے -

(۶) نصوص شرعیہ جو سود فی القرض کو حرام کرتی ہیں اور بیع صرف میں کمی و بیشی کو سود قرار دیتے ہیں - اور روپیہ کے صدقہ یا ہبہ بالعوض میں کمی و بیشی اور ادھار دونو کو ناجائز قرار دیتے ہیں - اور عقود منجر بہ نزاع کو فاسد ٹھہراتے ہیں - اور جمیع اقسام قمار کو حرام کرتے ہیں (وازانجملہ بعض کی تفصیل ہمارے جواب اصل مسئلہ میں ہو چکی ہے -) سب کے سب اس عقد کے ناجائز ہونے پر نصوص صریحہ ہیں ڈپٹی صاحب کو وہ نصوص نظر نہ آویں تو کسکا قصور ہے -

اور اگر ان جملہ وجوہات محرمہ عقد لاٹری کو ڈپٹی صاحب سمجھ نہ سکیں اور ہمارے بیان و دلایل مذکورہ کے غوامض کی تہ کو آپ نہ پہنچیں تو اس لاٹری کے عدم جواز پر صرف یہی ایک موٹی بات کافی ہے (جو ہمارے جواب سابق اور اسکے دلائل سے بخوبی ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آتی ہے -) کہ اس لاٹری میں جو چندہ ایک شخص دیتا ہے وہ محض صدقہ

یا ہدیہ (جنکا بلاعوض ہونا شرط ہے) نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہدیہ یا صدقہ یا ہبہ بالعوض ہی جو بیع کے حکم میں ہے۔ یہ ہبہ بالعوض روپیہ کا ہو تو اسمیں نہ ادھار جائز ہے۔ نہ کمی و بیشی حلال ہے۔ بلکہ دونو صورتوں میں ربا لازم آتا ہے۔ اور چونکہ اس لاٹری میں بعینہ یہی صورت ہبہ بالعوض روپیہ کی پائی جاتی ہے۔ اسوجہ سے یہ عقد لاٹری ناجائز ہے۔ پھر جو اسمیں چندہ دینے والوں کو یہ تردد و خوف ہوتا ہے کہ دیکھئے ہمارے نام کا قرعہ نکلتا ہے۔ اور ہمکو اس چندہ کے عوض اضعافاً مضاعفہ ملتا ہے یا نہیں اس نظر سے وہ ربا ہونے کے خارج نہیں ہوتا۔ بلکہ ربا ہونے کے ساتھ وہ قمار بھی بن جاتا ہے۔ جسمیں ہار جیت کا پہلے کچھ علم نہیں ہوتا۔ اس اجمال کی تفصیل ہمارے جواب اصل مسئلہ میں بخوبی ہو چکی ہے۔ ڈپٹی صاحب اصل مسئلہ کا جواب غور سے ملاحظہ فرماویں۔

ڈپٹی صاحب نے جو یہ خیال کیا ہے کہ یہ لاٹری کسی ذاتی غرض کیلئے نہیں بلکہ قومی غرض۔ اور کار خیر کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ اسلئے یہ جائز ہونی چاہیئے

اس کا جواب اصل مضمون میں بصفحہ ۲۷ دیا گیا ہے کہ جو امر بذات خود ناجائز ہے (جیسے زناکاری یا شراب فروشی) وہ قومی اغراض کے لئے بھی ناجائز ہے۔ قومی اغراض ایک ناجائز امر کو جائز نہیں کر دیتیں۔

اخیر میں یہ کہدینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال بہت عرصہ ہمارے پاس پڑا رہا (جسکی وجہ ہم بصفحہ ۲۷ اصل مضمون بیان کر چکے ہیں) اور ہمکو یہ معلوم نہیں کہ علماء ہندوستان نے (جن جن صاحبوں کے پاس ڈپٹی صاحب نے یہ سوال ارسال کیا تھا) اسکا کیا جواب دیا۔ اور ڈپٹی صاحب نے ان جوابات پر کیا عملدرآمد کیا۔ اس لاٹری کو جائز سمجھ کر اس ذریعہ سے روپیہ جمع کر کے کوئی کار خیر جاری کر دیا ہے۔ یا ہنوز نہیں کیا۔ اگر ہنوز نہیں کیا تو امید ہے کہ آئندہ ڈپٹی صاحب ہمارے جواب کی صحت و سقم سے ہم کو آگاہ کر کے اُسکے برخلاف کوئی کارروائی کرینگے۔ اور وہ کوئی کارروائی کر بیٹھے ہیں۔ اور اب اس جواب کو پڑھ کر اس کی صحت کا یقین کریں تو اس کار خیر کی نسبت (جس کو وہ

سابق رائے سے جاری کر چکے ہیں۔) علماء وقت سے استفتاء کریں۔مثل سابق ہم سے کچھ پوچھینگے تو ہم بھی اپنی ناچیز رائے ظاہر کردینگے۔انشاء اللہ تعالےٰ۔ والسلام اٰخر الکلام

لاٹری کے متعلق ایک افسوسناک خبر

اور

اس سے اخبار وکیل کا استخراج نتیجہ پر خطر

اور

اسپر ایک سوال وحشت اثر

وکیل نمبر ۷۵ جلد ۱۴ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۰ئہ میں یہہ خبر درج ہے کہ "باز ار رلیف رسار کی باقیماندہ اشیاء کو دو مسلمان اگرون نے لاٹری کے ذریعہ فروخت کر دینے کا ذمہ لیا ہے۔" پھر اسکی مفصل کیفیت بیان کر کے جناب وکیل فرماتے ہیں "یہ معاملہ ظن غالب ہے کہ امیر المومنین کے مشورہ یا کم از کم اطلاع کے بغیر نہوا ہوگا اور اسمیں تو کوئی کلام نہیں کہ وہ ایک اسلامی حکومت کی منظوری سے کیا گیا ہی اور مولوی محمد حسین صاحب لاٹری کو حرام فرماتے ہیں تو کیا باب عالی کا یہہ فعل خلاف شریعت ہے۔"

اس خبر کی نسبت تو ہم بالفعل صرف یہ مختصر ریمارک کرسکتے ہیں کہ جو لوگ رعیت [illegible] بجاماند مسلمانی ہیں اس اجمال کو ہمارے دوست وکیل نہ سمجھیں گے تو آئیندہ ہم اسکی تفصیل بھی کر دینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور اس **نتیجہ** پر جو جناب وکیل نے اس خبر سے نکالا ہے ہمارا یہ ریمارک ہے کہ یہ نتیجہ محض غلط ہی کیا ٹرکی سلطنت کی افراد واعیان ہیں ادر کروہات وشرعی ممنوعات کا (جسکی تفصیل کرنیسے ہمکو وہی امر مانع ہی جسکو ہم نمبر ۲ جلد ۱۸ کی ضمیمہ ۳۷ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر جناب وکیل پہر کسی امر ممنوع کا جواز ثابت کرنیکے لیے سلطنت ٹرکی کی رسم ورواج یا فعل کی سند پیش کرینگے تو انکی تفصیل ہمکو مجبوراً کرنی پڑیگی اور اس سے جو دینداد مسلمانونکی دلونمیں سلطنت ٹرکی کی نسبت سوء ظنی پیدا ہوگی اسکا مظلمہ جناب وکیل کی گردن پر پڑیگا جو بار بار ممنوعات شرعیہ کی جواز پر ٹرکی کی سند لاتے ہیں) ارتکاب ہوتا ہی یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو کیا وہ بھی حضرت سلطان المعظم یا باب عالی کی مشورہ یا حکم یا کم سے کم اطلاع کے ساتھ ہوتا ہی اسکا جواب اگر جناب وکیل مثبت اثبات دینگے تو پہر ہماریطرف سے سوال وحشت اثر کا **جواب** یہ ہوگا کہ اگر بقول صاحب وکیل یہ فعل حضرت سلطان المعظم یا باب عالی کی منظوری یا اجازت سے ہوا ہے، تو انہوں نے خلاف شریعت کیا

تو بھی یہ فعل خلاف شریعت ہوا ہے۔ اور نادانستہ یعنی حکم شرعی سے لاعلمی کیوجہ سے ہوا ہے۔ اگر اس فعل کی نسبت علما، ماتحت سلطنت یا شیخ الاسلام سے فتوے پوچھا جاتا تو ہرگز اُس کے جواز کا فتوے نہ ملتا۔ اور نہ یہ فعل وقوع میں آتا۔ حضرت سلطان المعظم سلمہ الرحمن پر ہمارا یہی نیک گمان ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ کسی عمل میں خلاف شریعت نہیں کرتے۔ اور نہ اُس پر راضی ہوتے ہیں۔ اور جو امور خلاف شریعت بعض افراد یا اعیان سلطنت میں پائے جاتے ہیں۔ وہ ناواقفی یا لاعلمی سے پائے جاتے ہیں۔ ہم اپنے دوست وکیل کو دوستانہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی نہ بنیں۔ کہ جب اُن کے کسی فعل شنیع اور جرم قبیح پر اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ جھٹ پٹ اپنے فعل کی تائید و نظیر میں انبیاء علیہم السّلام کا کوئی فعل (بزعم خود) پیش کر دیتے ہیں۔ یہ روش آپ چھوڑ دیں کہ جب کسی امر ممنوع کی نسبت کوئی اسلامی فتوے شایع ہوتا ہے تو اُس کے مقابلہ میں آپ ٹرکی کی سند پیش کر دیتے ہیں۔ اس فعل سے آپ حضرت سلطان المعظم اور سلطنت ٹرکی کے نادان دوست بن رہے ہیں۔ اور ان امور ممنوعہ کو حضرت سلطان المعظم کے علم و رضا کی طرف منسوب کر کے دیندار مسلمانوں کے دل سے حضرت سلطان المعظم اور سلطنت ٹرکی کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ وہ منحوس دن نہ لاوے۔ اور سلطنت ٹرکی کی عظمت و محبت (بلحاظ مذہب) مسلمانوں کے دلوں میں زیادہ کرے۔

آمین ثم آمین

ہمارے مضمون سُود قمار لاٹری وغیرہ کا اُن انجمنوں پر

جن کی نسبت وہ مضمون لکھا گیا تھا

اثر

یہ مضمون مئی ۱۸۹۱ء سے پہلے چھپ گیا تھا - گو ایک ذاتی کام میں مصروفیت کے سبب وہ شائع نہیں ہو سکا [illegible] اس کا خلاصہ بذریعہ قلمی تحریرات و خطوط عام مسلمانوں کو اور اُن انجمنوں تک پہونچ گیا تھا -

مسلم تنزل فنڈ گورداسپورہ کو بذریعہ میاں شیر محمد صاحب ہمارا قلمی فتوے (جس میں خلاصہ مضمون تھا) پہونچا - اور انجمن معین المسلمین کے پاس ہم نے اس انجمن کے سوال کا مختصر جواب بطور فتوے لکھکر اور اُس پر حضرت شیخنا و شیخ الکل جناب سید محمد نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی متع اللہ المسلمین بطول حیوتہم کی (جن کے حضور میں انجمن نے سوال پیش کیا - اور وہاں سے وہ سوال جواب لکھنے کے حکم ساتھ لے کر خاکسار کے پاس آیا تھا - چنانچہ بضمن مذکور بیان ہوا ہے) تصدیق لکھوا کر اور مُہر کرا کر اُس کی نقل انجمن میں بھیجدی تھی -

اس مختصر فتوے کی نقل اس مقام میں مختصر پسند ناظرین کو فائدہ پہونچانے

خالی نہ رہے گی جو نازک طبع مضمون مطول کو نہ پڑھ سکیں۔ وہ اس مختصر فتوے کو پڑھ لیں۔ اور اپنے دوستوں میں اس کی اشاعت کریں۔

نقل فتوائے مصدقہ مولانا و شیخنا دہلوی

سوال وہی ہے جو مضمون مطول میں منقول ہے اس کا جواب یہ ہے۔

یہ تنبول احسان محض بلا عوض نہیں۔ بلکہ احسان بالعوض ہے۔ اور احسان بالعوض یا ہبہ بالعوض کہلاتا ہے۔ یا قرض۔

ہبہ بالعوض شرعاً بیع ہوتی ہے۔ اور نقود کی بیع نقود سے ہو تو وہ بیع صرف کہلاتی ہے۔ اور بیع صرف میں بصورت ہمجنس ہونے عوضین کے (مثلاً روپیہ کے عوض میں روپیہ ہو یا سونے کے عوض میں سونا۔) کمی بیشی (یعنے ایک روپیہ کے عوض میں سو ہا روپیہ لینا) حرام ہے۔ اور اودھار کرنا بھی (یعنے ایک طرف آج روپیہ ملنا۔ اور دوسری طرف سے ایک ساعت کے بعد (چہ جائے کہ سالہا سال کے بعد) روپیہ ملنا بھی حرام ہے۔ اور اس میں ربا نسیہ لازم آتا ہے۔

اور قرض میں کمی بیشی (یعنے ایک روپیہ یا پانچ دس روپیہ دے کر سو۔ دو سو روپیہ لینا۔) حرام ہے۔ اور وہ قرض کا سود کہلاتا ہے۔ لہذا۔ اگر اس معاملہ تنبول کو ہبہ فرض کریں تو یہ جائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں کمی بیشی اور اودھار دونوں پائے جاتے ہیں۔ اور اگر اوس کو قرض قرار دیں تو بھی جائز نہیں بنتا کیونکہ اس میں کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ و بصورت قرض فرض کرنے اس تنبول کے اس میں بعض شروط قواعد انجمن میں ایسی لگائی گئی ہیں کہ وہ شرطیں در صورت مساوات عوضین (یعنے ایک روپیہ کے عوض ایک روپیہ لینا) بھی اس کو ناجائز قرار

دیتے ہیں۔ اور اس انجمن کے قواعد ملاحظہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ بعض حالتوں اور صورتوں میں یہ معاملہ قمار یا لاٹری بن جاتا ہے۔ کبھی اس میں
تنبول لینے والا ہارتا ہے۔ کبھی تنبول دینے والی انجمن کو ہار آتی ہے۔ ان سب
باتوں کی تفصیل بادلیل رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر (۱) وغیرہ جلد ۱۹ میں درج ہے۔
طالب تفصیل وہ رسالہ لاہور۔ یا بٹالہ سے بقیمت ۸ طلب کرکے ملاحظہ کریں۔
کم وسعت لوگوں سے اس کی قیمت ۴ لیجائے گی۔ جو ۴ بھی نہ دیسکیں پر علمی
لیاقت رکھتے ہوں۔ اور اس رسالہ کی اشاعت کریں اُن کو بلاقیمت صرف محصول
ڈاک بھیجنے پر ملے گا۔ فقط۔

مُہر

نمقہ۔ ابوسعید محمد حسین

سید محمد نذیر حسین

ہمارے اِس مضمون اور اس کے خلاصہ **فتووں کا اثر انجمن گورداسپور**
(مسلم تنبول فنڈ) پر تو یہ پڑا کہ اس انجمن کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہ فنڈ ٹوٹ گیا۔
میرے دوست شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور پریسیڈنٹ انجمن مذکور
نے بمقام گورداسپور بارہا مجھ سے زبانی کہا کہ اِس فنڈ کو آپ کے فتوے نے
توڑا ہے۔ (گو واقعہ میں اُس کے ٹوٹ جانے کا موجب اس فنڈ کے اصول و
قواعد کی خرابی ہے جس کا نتیجہ ایک نہ ایک دن بھی متوقع تھا۔ چنانچہ ہم نے
بضمن مضمون اس نتیجہ سے ڈرادیا تھا۔) بہرحال اِس فنڈ کے ٹوٹ جانے سے
بہت سے مسلمانوں کا جو اس میں پھنسنے والے تھے مال بچ گیا۔ اور اس پر "خس
کم جہاں پاک" مقولہ صادق آیا۔ والحمد للہ علی ذٰلک
انجمن معین المسلمین کے ممبروں کو اِس فتوے کے سُننے یا پڑھنے سے
خوف اور یہ پیدا ہوگیا کہ موجودہ صورت میں انجمن کی کارروائی ناجائز ہے۔

اور اُنہوں نے اس امر کا اظہار اپنے اخبار یا رسالہ میں کر کے ایک اور صورت اپنے خیال میں جائز سمجھ کر پیدا کی۔ اور اُس کو بذریعہ رسالہ انجمن شتہر کر کے اسکی ایک کاپی بغرض طلب رائے ہمارے پاس بھیجدی۔ ہم اس مقام میں اِس نمبر رسالہ کا خلاصہ اور ان لوگوں کے خط کا جنہوں نے ہم سے اِس صورت کی نسبت رائے طلب کی ہے خلاصہ نقل کر کے اِس صورت کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

نقل خلاصہ رسالہ انجمن معین المسلمین

انجمن معین المسلمین کے رسالہ نمبر ۹ جلد ۲ مطبوعہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۴ میں یہ عنوان قائم کیا ہے "جناب مولوی آفندی ترکی کی تیسری تقریر" پھر اس کے ذیل میں ایک طولانی اور مسلسل تقریر تین صفحہ کلان میں نقل کی ہے جس کا خلاصہ بقدر ضرورت نقل کیا جاتا ہے:۔

بزرگان دین۔ × × × آپ کی انجمن کے تینوں فنڈوں پر میں نے اچھی طرح سے غور کیا۔ مگر موجودہ صورت میں سوائے مد تجارت جس کا نام آپ نے پنشن فنڈ رکھ چھوڑا ہے۔ کوئی فنڈ ایسا نظر نہیں آتا جس کا سلسلہ کچھ دیر تک قایم رہے۔ میں سب سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ نے فی کس ممبر سے ۴۲ روپیہ لیکر سو یا کچھ کم و بیش دیتے ہو۔ تو باقی رقم کا گھاٹا کہاں سے پورا ہوگا۔ میں نے مانا کہ سات پانچ کی لکڑی ایک جنے کا بوجھ۔ مگر یہ مسئلہ اِس حالت میں مسلم ہو سکتا ہے جب وہ سات پانچ بدستور قایم رہیں۔ اور نوبت بہ نوبت ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ مگر جہاں بوجھ والا بوجھ اُٹھا کر کھسک جائے تو وہاں آخر کے سات پانچ کی جگہ میاں اور میاں کا پاجامہ ہی رہ جائے گا۔ گویا موجودہ صورت

میں ان ممبروں کو جن کا نمبر سب سے آخر آوے گا (ابھی نہیں۔ آج سے کئی
سال بعد) کوڑی کے تین تین کی امید رکھنی چاہیئے × × (۱) تنبول کا طریق
جو جناب رسالت مآب رحمۃ للعالمین خیتم المرسلین فخر الاولین۔ احمد مجتبےٰ۔ محمد
مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکالا ہے اس سے بڑھ کر آجتک نکلا نہ آئندہ کبھی
نکلے۔ ایسا سُنتہ طریق ہے کہ خرچ کے موقعہ پر (کیونکہ شادی پر ضرور اور یقیناً
خرچ ہوتا ہے) ہر ایک مسلمان بھائی کو ایک بہانہ سے معقول قرض حسنہ ملجاتا ہے
جس کی طفیل وہ اپنے ناجائز قرضہ سے جلد سبکدوش ہو کر فقر و فاقہ سے بچ جاتا
ہے۔ اگر آج یہ طریق اسلام میں رائج نہ ہوتا تو آج سب لنگوٹی پوش نظر آتے × ×
تنبول قرض حسنہ ہے۔ جس کا ادا کرنا ہر ایک بھائی پر واجب اور ضروری ہے
یعنے جتنا جتنا روپیہ کوئی شخص تنبول میں لے اتنا اتنا روپیہ ہر ایک کو واپس
دے۔ واپسی میں بڑی سہولت یہ دی گئی ہے کہ خواہ ایک دفعہ دے یا بہت
سے موقعوں پر باقساط۔ جہانتک میں سمجھتا ہوں آپ لوگوں نے شادی فنڈ
[illegible] یورپ کی
کمپنیوں کے قواعد کی شاخوں کو بے میل لگا کر اس نے کس اس میں دکھلایا ہے
سے بہرے گے کہ آئی می شناسم ÷ گو تاڑنے والے تو فوراً تاڑ گئے کہ بے ڈھنگا
طریق (۲) جسے بدعت کہنا بیجا نہیں شرعاً بھی ناجائز ہے۔ عقلاً بھی نامعقول
قانونی رو سے بھی خارج۔

شرعاً تو اس لئے ناجائز ہے کہ نہ یہ اہل اسلام کا تنبول۔ نہ قرض حسنہ۔ اور
نہ احسان۔ غرض مذہبی طریق سے خارج ہے۔ اور عقلاً نامعقول اس لئے کہ
اس کا سلسلہ چل نہیں سکتا + + جب اہل فریق کے مذہب نے اس کو درست
نہیں سمجھا تو قانون کیونکر جائز سمجھیگا۔ مگر کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایسی

وجوہات کے ہوتے ہوئے ع بدوز د طمع دیدۂ ہوشمند ٭ کے مصداق سیکڑوں بلکہ ہزاروں
اسمیں شامل ہوگئے اور امداد لیکر الگ ہوگئے۔ میں اسوقت اسلام کے سچے جوش سے بھرے ہوئے
دیا بڑے زور سے پکار کر کہتا ہوں کہ جو ممبر اس انجمن سے امداد لیکر بالکل علیحدہ ہوگیا اُس نے حرام
کھایا اور اپنی گردن پر سخت عذاب لیا۔ دنیا روزے چند عاقبت معاملہ با خداوند جیسا سود خوار
پر عذاب ہوگا ویسا ہی اسپر بھی کہ یہی روپیہ تپا تپا کر اُسکے تمام بدن پر لگائے جائینگے ××× جن
لوگوں نے اس طرح کی امداد انجمن سے لیکر ناجائز سود اپنے اوپر روا رکھا ہے وہ کان کھولکر
میرا یہ اہم وعید واقعہ سن لیں۔ اس کے بعد ٹرکی صاحب نے ایک واقعہ شہر حران کا بیان کیا جو
ایک سود خوار کی نعش پر اُس کی موت اور دفن کے وقت پر گذرا۔
اور پھر کہا میں تمکو واضح طور پر سنا چکا ہوں کہ یہ امداد موجودہ صورت میں بالکل حرام
ہے۔ بلکہ سکرٹری صاحب نے خود مجھ سے بیان کیا کہ مولنا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے
اور [illegible] ناجائز [illegible] اور میں بھی اسکی پر زور سے تائید کرتا
ہوں۔ ہاں اسکو جائز صورت میں لے آؤ اور پھر بیشک مل جل کر آپسمیں مدد کرو۔ اسکے بعد
ٹرکی صاحب نے تجارت کے بیان فوائد پر زور دیا۔ اور پھر کہا تجارت اپنے ہاتھ میں لو
اور اُسے خوب دل کھولکر چلاؤ۔ اور کل ممبروں کو تبدریج اسکی طرف متوجہ کرو اسکا آسان
طریق یہ ہے کہ جس قدر امدادی چندہ ہر ماہ میں جمع ہوا کرے اُس میں سے فیصدی
(۲۵) کاٹ کر باقی ممبروں میں تقسیم کر دیا کرو۔ اور یہ کٹوتی کا روپیہ ہر ماہ میں ۳-۴ سو
جمع ہوتا رہے گا۔ تجارت غنڈیں لگاتے رہو۔ اگر تم مستقل طور پر اس طریق پر کاربند ہوگے
تو چند مدت میں تمہاری انجمن ایک بھاری کمپنی بنجاوے گی + + + اب اسے ذرا مفصل بیان
کرتا ہوں حضرات ناظرین ذرا غور سے سمجھنا اسوقت تک انجمن کا یہ قاعدہ ہے کہ جو ممبر امدادی روپیہ
لیجاتا ہے وہ اسکے باپ دادا کا ہوگیا۔ اسکا واپس ادا کرنا ممبر کا فرض نہیں خواہ ممبر انجمن میں شامل رہے
یا نہ رہے۔ اب سمجھنے کی بات ہے کہ ۳-۴ دیکر بیشک زیادہ لے وہ انجمن کو سراسر خسارہ ہے۔ جہاں ایک

48

پیسہ کاروز خسارہ ہو وہ مان نہیں ہوا کرتا۔ بھلا جہاں رقمیں اُڑنے لگیں وہاں کیونکر انجام بخیر ہو سکتا ہے۔ اسی بات کو سوچکر عقلمند اس انجمن میں شامل نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ چل نہیں سکتی اور شرعاً چونکہ ایسی زیادتی حد سود میں آجاتی ہے اسلئے علماء بھی اسے جائز نہیں کرتے۔ اگر کوئی ایسا طریق شروع ہی سے اختیار کر لیا جاتا کہ جو ممبر امداد لے چکے وہ پھر انجمن سے الگ نہ ہونے پائے۔ بلکہ اسمیں شامل رہکر زائد وصول کردہ روپیہ آہستہ آہستہ ادا کرتا جائے تاکہ آمد بند نہ ہو۔ اور راس المال میں کھاٹا نہ آوے ++ سو یہ بات تب ہو سکتی + جب امدادی رقم کی وصولیت کی امید ہوتی۔ وصول کرنیمیں خواہ کیسی ہی نرم شرائط اور رعایت دیجاتی مگر روپیہ جتنا دیا تھا اُتنا واپس ضرور لیا جاتا۔ دینے والے چاہے کچھ ہی ماہوار دیتے۔ مگر آمدنی تو رہتی۔

رہی مشکل یہ کہ روپیہ کھا کر اوگلنا مشکل مُسلمانوں سے روپیہ واپس لینے کی امید رکھنا گویا چیل کے گھونسلہ سے گوشت ڈھونڈنا ہے +++ مگر میں ایک ترکیب پیش کرتا ہوں۔ وھو ھذا فرض کرو ایک شخص کی حصہ میں خالص سو روپیہ آئے تم اُسے ستر دو۔ اور تیس اُسکی طرف سے مد تجارت میں لگاؤ۔ کیا وہ ۳۰ روپیہ ۲ماہوار نہ کما لیں گے اچھا نہ سہی پچاس ہی سہی کم ہی سہی۔ آخر کچھ تو کمائینگے۔ پس جس قدر منافع پیدا کریں وہ سب اُس شخص کیطرف سے وصول میں جمع کرتے جاؤ جب اسطرح پر ۷۰ وصول کر چکو اور باقی ۳۴ جو اُسکا اصل تمول تھا رہجاوے تب وہ ۳۰ روپیہ اُسکا مال سمجھو اور اُسکا جو منافع آوے بعد وضع اخراجات و حقوق الخدمت اُس شخص کو نسلاً بعد نسل دیتے جاؤ جبتک کہ وہ اپنا روپیہ ۳۰ واپس نہ لے ++ یہ امداد (۳) شرعاً بھی جائز ہوگی۔ کیونکہ جتنا روپیہ امداد میں یا وہ دیا تھا وہ سب بطور قرض حسنہ تھا جو بوجہ احسن بتدریج لیا گیا شاید کوئی اب یہ شک پیدا کرے کہ ۳۴ لیکر ۷۰ جو دیئے وہ زیادتی کیونکر روا ہے ہو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی تمول میں جائز ہے عمرو اگر ۲ روپیہ تمول میں دے تو بکر اس کے عوض ۵ روپیہ تمول دے سکتا ہے ایسا ہی انجمن ۳۴ لیکر سو روپیہ جو دیتی ہے تو گویا ۶۶ روپیہ کی زائد امداد کرتی ہے جو بطور قرض حسنہ اُس سے واپس لینا چاہتی ہے۔“ یہ ترکی صاحب کی تقریر کا انتخاب ہے۔

اب خلاصہ اُن خطوط کا جنمیں اس تدبیر اور اُسکے ضمن کیصورت جواز کی نسبت رائیگئی ہے نقل کیا جاتا ہے

(نقل خلاصہ خطوط

کوئی صاحب منشی برکت علی منصرم بندوبست تحصیل سجادی ملک بلوچستان سے لکھتے ہیں ایک رسالہ انجمن معین المسلمین لاہور ارسال خدمت ہے۔ جسمیں جناب مولوی عبداللہ صاحب ترک کی تیسری تقریر درج ہے اپنی تقریر میں اُنہوں نے اس انجمن کو شرعاً جایز کرنیکی ایک تجویز درج فرمائی ہے۔ براہ مہربانی آپ بعد ملاحظہ تقریر مذکور تحریر فرماویں کہ اُنہوں نے درست لکھا ہے یا نہیں

برخوردار محمد بخش۔ دُکاندار چنیوٹ محلہ نجاران لکھتے ہیں انجمن معین المسلمین کی پہلی صورت آپ کو واضح ہے۔ اور حال میں جو مولوی عبداللہ صاحب نے نئی شکل ایجاد کی ہے کہ للوعدہ پیشتر جمع کرادے۔ اسکا فایدہ جمع ہوتا رہے اور پھر اُسکو حسب ضرورت مدد دیجاویگی وغیرہ وغیرہ یہ شرح محمدی میں جائز ہے یا کیا۔

اس تقریر اور اُس کی مندرجہ صورت جواز پر اظہار رائے

اس تقریر [illegible] خط دیگر نمبر لگایا گیا ہے

امر اوّل و دوم۔ کی نسبت اصل مضمون بصفحہ ۲۳ وغیرہ اظہار رائے و فتوی شرعی ہو چکا ہے کہ یہ تنبول ناجایز شرائط کی وجہ سے ناجایز ہے اور ان شرائط نے اُسکو قرض حسنہ رہنے نہیں دیا۔ مولوی ترکی صاحب اِس تنبول کو جناب رسالتمآب کا نکالا ہوا طریق قرار دیتے ہیں۔ خاکسار کی تحقیق میں ترکی صاحب کا یہ دعوے صحیح نہیں ہے۔ اور دواوین سنت (کتب حدیث) میں کہیں اس رسم کا کا نام و نشان پایا نہیں جاتا +

شادی و نکاح کے موقعے آنحضرت کے عہد سعادت مہد میں اور صحابہ و تابعین کے زمانہ بھی ہو۔ اور ان موقعوں پر خرچ کی ضرورتیں مہر ولیمہ کیلئے بھی پیش آئیں۔ مگر یہ کہیں نہیں آیا اور دیکھا نہیں گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اصحاب و تابعین نے ایک دوسرے کو ان موقعوں پر بطور تنبول کچھ دیا ہو جس کسی کو کچھ ضرورت پیش آئے وہ اسی کی موجودہ حالت کے مطابق اُسی کے موجودہ سامان سے پوری کی گئی۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ

وجہہ کا نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو ضروری اخراجات کے لئے اپنی زرہ فروخت کی چنانچہ **مواہب لدنیہ** میں منقول ہے۔ یہ مروی نہیں کہ حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر و فاروق نے کچھ بطور تنبول دیا ہو۔ ایک اور صحابی کو نکاح کی ضرورت پیش آئی تو آنحضرت نے اُسکو مہر میں دینے کیلئے لوہے کی انگوٹھی ہی اپنے گھر سے تلاش کرنیکا حکم دیا۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ تنبول کی رقم سے اُس کو مہر دینے کیلئے کچھ آجائیگا۔ آخر چند سورتین قرآن کی پڑھا دینا مہر مقرر کر دیا چنانچہ **صحیح مسلم** میں ہے۔ خود بدولت حضرت رسالت نے سفر جنگ میں حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا۔ تو خرچ ولیمہ کے واسطے نہ اصحاب نبوی نے تنبول دیا نہ آنحضرت نے اُسکے واسطے قرض اُٹھایا۔ نہ عدم موجودگی زر کیوجہ سے آپنے مدینہ شریفہ میں پہنچنے تک ولیمہ کو ملتوی فرمایا۔ بلکہ اِس سفر کیجا لتمین اپنے اصحاب سے کھجورین ستو وغیرہ جو کچھ اُنکے پاس تھا طلب کیا۔ اور اُن چیزوں کو باہم ملاکر ایک کھچڑ سا بنا کر حکم دیا کہ کھاؤ یہی ہمارا ولیمہ ہے۔ چنانچہ **صحیح بخاری** میں منقول ہے۔ اس عمل زمانہ آنحضرت اور صحابہ و تابعین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم تنبول سنت الاسلام اور پرانی اسلامی رسم نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ رسم ہندوستان ہندوؤں میں پائی جاتی ہے اور انکی بہت سی رسوم شادی مسلمانوں نے اخذ کی ہیں اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم بھی مسلمانوں نے ہندوؤں سے اخذ کی ہے

آب رہی یہ **بحث و سوال** کہ شریعت محمدیہ سے اس رسم کا جواز نکلتا ہے یا نہیں اور یہ تنبول کسی جائز عقد و معاملہ شرعی میں داخل و شامل ہو سکتا ہے یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تنبول محض بہ نیت احسان و صلہ بطور تبرع بغیر نیت کسی عوض لینے کے دیا جائے تو یہ ہبہ و ہدیہ ہو سکتا ہے اور اگر بہ نیت قرض دیا جائے تو قرض حسنہ بن سکتا ہے۔ مگر اسکے **قرض حسنہ** اور جائز ہونے کیلئے **تین شرطین** ہیں۔ **اوّل** یہ کہ اس سے محض احسان و ثواب اُخروی کی نیت ہو فخر و نمائش و پیروی رسم کی نیت نہ ہو **دوم**۔ یہ کہ اسکے عوض میں کسی قسم کی زیادتی کی نیت نہ ہو یا ایک روپیہ کے بدلے صرف ایک روپیہ لینے کی نیت ہو۔ نہ روپیہ سے زیادہ رقم نہ اُسکے ساتھ کھانا لینے یا خشک بھاجی لینے کی نیت **سوم**۔ یہ کہ اُسکے مطالبہ اور واپس لینے کا تنبول دینے

الٰہی بخش

والیکو ہر وقت اختیار دیا جائے یہ شرط نہ کیجائے کہ جب کبھی اُسکے یہاں شادی ہو تب ہی وہ مطالبہ کرے یا اتنی مدت یا سالوں سے پہلے مطالبہ نکرے اِن شرائط کا ثبوت آیات واحادیث و اقوال فقہا سے ان مسائل میں گذر چکا ہے جو اصل مضمون میں ہم نے بیان کئے ہیں۔ افسوس ان شرائط کی رعایت نہ تو عام مسلمانوں کے مروجہ معمول تنبول میں پائی جاتی ہے نہ خاص کسی اسلامی انجمنوں کی مجوزہ تنبول میں اس لئے یہ تنبول کسی جائز اسلامی عقد یا معاملہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

فقرہ سوم و چہارم کی نسبت بھی اصل مضمون میں اظہار رائے و فتوئ شرعی ہو چکا ہے اور اسصورت کا جو ان فقرات میں مولوی ٹرکی صاحب نے بیان کی ہے حکم اس مضمون اور اُسکے مندرجہ دلائل سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ ترکی صاحب اِن فقرات میں فرماتے ہیں کہ جس شخص نے صرف چوبیس روپیہ تنبول کے دیئے ہوں اُسکے حصہ میں اگر امدادی چندہ سے ایک سو روپیہ آوے تو اسمیں سے ۷۰ یا ۷۵ روپیہ کاٹ کر باقی ۲۵ یا ۳۰ اُسکو دیدیں۔ اور وہ ۷۵ یا ۷۰ روپیہ اُس شخص کی طرف سے تجارت میں لگا دیں اور اُس کا نفع اُس شخص کے نام سے [illegible] یہانتک کہ وہ [illegible] ۱۰۰ روپیہ کو پہنچ جائے جو اُس نے اپنے تنبول ۲۴ سے زیادہ لیا تھا۔ وہ ۷۶ روپیہ انجمن اُس شخص کیطرف سے وصول کر۔ گویا اُسنے اپنا زیادہ دیا ہوا تنبول واپس لیا۔ اُسکے بعد اُسکے وہ تیس روپیہ اُسکا خالص اور از خود دیا ہوا مال سمجھا جائیگا اور جو اُسکا نفع ہوگا نسلاً بعد نسل اُسکا مال ہوگا۔ اسصورت میں انجمن کو بھی نقصان نہ پہونچیگا اور اُسکا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔ اور اُس شخص کو ۲۴ روپیہ دیکر ۲۵ یا ۳۰ لینا بھی جائز ہو جائیگا کیونکہ وہ ۷۰ یا ۷۵ تنبول میں زیادتی ہے جو انجمن آہستہ آہستہ واپس لیگی۔ ترکی صاحب اور انکی اسصورت مجوزہ کو پسند کرنیوالے اگر ہمارے اصل مضمون مفصل کو غور سے ملاحظہ فرمائینگے تو یقیناً جان جائینگے اور اُسپر ایمان لائینگے کہ ۲۴ روپیہ دیکر اُس شخص کو اِس نیت سے تنبول میں دینا کہ ہمکو اِس کے عوض میں زیادہ رقم ملیگی جائز نہیں اور داخل سود ہے ثانیاً اِس شخص کو ۲۴ روپیہ کے عوض میں ایک سو روپیہ لینا پھر اُس میں سے ۲۵ یا ۳۰ اُس شخص کو خود دینا اور ۷۰ روپیہ کاٹ کر جمع کر دینا جائز نہیں۔ اور چوبیس سے بڑھکر ۷۶ خالص سود ہی اور اُسکی آمدنی سود کی آمدنی ہے ثالثاً انجمن جو ۲۴ لیکر ۲۵ یا ۳۰ دیتی ہے وہ بھی یہی نیت نہیں رکھتی کہ اس شخص سے

-50

جس کو ۵، یا ۱۰، روپیہ دیتی ہے صرف اتنے روپیہ واپس لیگی۔ بلکہ اُسکی ساتھ یہ بھی نیت رکھتی ہی کہ اس روپیہ کے ساتھ جو اُسکو آمدنی منافع بیس روپیہ ملیگا اس شخص سے ۲۴ روپیہ سالانہ بصیغہ تنبول وہ بھی لیگی جو دوسرے سال میں وہ شخص حسب قواعد انجمن داخل کریگا پھر اُس چوبیس کو واپس کرنیکے وقت پر زیادتی کریگی اور اس زیادتی کے واپس کرنیکے وقت تیسرے سال ۲۴ روپیہ وہ لیگی اسطرح اُسکا سلسلہ ہل من مزید جاری ہیگا یہ کبھی نہ ہوگا کہ جس قدر وہ زیادتی تنبول میں کرتی ہے صرف اُسکے واپس لینے کی نیت رکھتی ہے اِن تنبولوں کے علم ویقین کے بعد وہ ہرگز جائز نہ رکھیں گے کہ ۲۴ ۔ روپیہ تنبول دیکر کوئی شخص سو روپیہ نقد لے اور اسمیں سے ۵، یا ۱۰، روپیہ اپنے تصرف میں لاوے اور ۲۵ یا ۳۰ انجمن میں جمع کراکے اُسکے منافع سے زیادتی کو محسوب کرائے اور اس حیلہ سے وہ زیادتی حلال ہو جائے۔ سود نہ کہلائے۔ مولوی ترکی صاحب نے اس انجمن کا سلسلہ قایم رکھنے اور مسلمانوں کی تجارت میں ترقی کرنیکی تدبیر تو خوب بتائی تھی۔ مگر اس تجارت کا سرمایہ وہی کمبخت تنبول ہے جو سود ساتھ لاتا ہے۔ اور اس میں سے ایک حصہ تجارت کے لئے انجمن کو دلاتا ہے۔ یہی سرمایہ ۲۰ یا ۳۰ یا اس سے زیادہ روپیہ مسلمان اپنے جائز مال سے انجمن کو دیکر اُسکا منافع حسب حصہ لیں تو انکی تجارت کی بھی ایک صورت نکل آوے۔ اور انجمن کا سلسلہ تجارت فنڈ قایم ہو تنبول کے نام اور انجمن کے قواعد مقررہ کی پابندی سے روپیہ انجمن میں ہیگا تو وہ کسی صورت سے نہ خود حلال ہوگا نہ مسلمانوں کی تجارت کا جائز ذریعہ بنکر اس تجارت کے منافعہ کو حلال کریگا۔ انجمن کو (اگر وہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی چاہتی ہے) مناسب ہے کہ تنبول کا سلسلہ جدا کرے۔ اور شرائط ثلثہ مذکورہ کے مطابق مسلمانوں میں اسکا رواج دے۔ اور تجارت کا سلسلہ جدا قائم کرے۔ اور اسمیں جداگانہ جائز مال لگا کر اُسکا نفع مسلمانوں کو پہونچاوے ؞

امید ہے کہ ہمارے اس مضمون کو۔ اور ترکی صاحب کی تقریر کے متعلق اسلامی رائے و شرعی فتوے کو پڑھ کر دیندار ارشد مسلمان اس انجمن سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور باقی انجمنیں بھی ہمارے اِن مضامین سے نفع اُٹھائینگے۔ اور مسلمانوں کو سود خواری و قماربازی سے بچائے گی

والتوفیق من اللہ الملک العزیز العلام۔

محمدیوں اور عیسائیوں وغیرہ اہل مذاہب کے باہمی مباحثات کے اصول و مقدمات

عیسائی وغیرہ صاحبان وقتاً فوقتاً محمدیوں سے مباحثہ کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات مباحثے وقوع میں آتے ہیں۔ مگر کبھی نتیجہ قطعی اور رافع نزاع نہیں نکلتی جس کی وجہ [illegible] کہ وہ مباحثات بلا تمہید و تسلیم اصول و مقدمات وقوع میں آئی ہیں۔ لہذا خاکسار چند اصول و مقدمات کی تمہید کرتا ہے جو مذہب عیسائی وغیرہ میں بھی مسلم ہیں یا تسلیم کرنیکے لایق ہیں۔ اُن اصول و مقدمات کی پابندی سے مباحثہ ہو تو امید ہے کہ نتیجہ قطعی اور رافع نزاع نکلے۔ انشاءاللہ تعالیٰ کسی صاحب کو کسی اصل میں نزاع ہو تو وہ قبل از مباحثہ اس نزاع کا اظہار کرے اثناء مباحثہ میں اس نزاع کو سُنا نہ جائے گا۔ وہ مقدمات و اصول یہ ہیں۔

(۱) اشیائے موجودہ کے حقایق واقعی ہیں۔ خیالی یا وہمی نہیں ہیں۔

(۲) ان اشیاء کا علم ہم کو حاصل ہے۔ ازانجملہ بعض اشیاء کو ہم بداہتہ جانتے ہیں۔ (جن کو بدیہی کہتے ہیں۔) بعض کو نظر و فکر سے (جن کو نظری کہتے ہیں۔)

(۳) علم اشیاء کے عام اسباب یا طریق صرف تین ہیں۔ (۱) حواس صحیحہ۔

(۲) عقل سلیم۔ (۳) خبر صادق۔

(۴) یہ تینوں گو محلِ خطا و غلطی ہیں۔ مگر اُن کے لئے خطا و غلطی سے بچانیوالے اَور مددگار ہیں۔ (مثلاً آنکھ کیلئے خوردبین یا دوربیں۔ اور عقل کے لئے تجربہ و مشاہدہ اور خبر کے لئے قرائن۔) جنکی مدد سے ہم غلطی و خطا سے بچ سکتے ہیں۔ اور یہ یقین یا ظن قریب بہ یقین کرسکتے کہ ہم مطلوب کو پہونچے۔ اور اگر ہم ان تینوں میں سے کسی سبب یا وسیلہ سے کام نہ لیں تو پھر ہمارے لئے علم حقائق اشیاء کا عام سبب کوئی نہیں ہے۔ جو ہر شخص کو ہر چیز کے علم تک پُہنچا سکے۔

(۵) موجودات میں ایسی چیزیں بھی جن کو نہ حواس پہونچتے ہیں۔ اور نہ حواس کے ذریعہ عقل انسانی۔ اور نہ وہ خبر جس کا مستند و مبنی عقل و حواس ہوں اُنکے علم کا ذریعہ ہوسکتی ہے۔ اور اس کا ذریعہ ایک خاص اعلام الٰہی ہے۔ جس کو مذہب میں الہام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو ان تینوں اسباب مذکورہ بالا سے مغایرت رکھتا ہے مگر یہ سبب علم [illegible] اُس شخص [illegible] ہے جس کو الہام ہو یا جو اس کو ملہم مان لے۔ اور اس ذریعہ کی صحت منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ وہ اُن عام اسباب کا مخالف نہ ہو۔ اور جو بات اِس الہام سے بتائی گئی ہو وہ عقل[۱] و حواس[۲] و خبر صادق[۳] کے مخالف نہ ہو یعنے عقل و حواس و خبر صادق کے حکم سے باطل و محال نہ ہو۔ جس کی تشریح اصول نمبر ۱۹ و ۲۰ میں ہوگی۔

(۶) منجملہ تین عام اسباب علم کے عقل صرف کسی چیز ضرورت یا امتناع یا امکان جس کی تشریح اصول ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ میں ہوگی۔ ثابت کرسکتی ہے۔ اسکا وجود فعلی ثابت کرنا عقل کا کام نہیں ہے۔ یہ کام حواس یا خبر کا ہے۔ یا اس خاص سببِ علم کا جس کو الہام کہا جاتا ہے۔ مگر اسی خصوصیت اور اسی شرط سے جو اصل نمبر ۵

میں بیان ہو چکی ہے۔

(۷) اشیاء جنکا علم ہمکو حاصل ہے دو قسم ہیں۔ (۱) قائم بذات خود (جیسے اجسام ہیں) جن کو جواہر کہتے ہیں۔ (۲) قائم بغیر (جیسے جسموں کی رنگت ہے۔) جن کو ہم اعراض کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(۸) جوہر دو قسم ہیں۔ (۱) مجرد جیسے روح (یا نفس) (۲) مادی (جیسے جسم)

(۹) جسم جن اجزا سے مرکب ہے ہیولی۔ (مادہ) و صورت ہو۔ خواہ اجزاء لاتتجزٰی وہ جواہر ہیں نہ اعراض۔

(۱۰) جن جواہر کو ہم کبھی موجود دیکھتے ہیں کبھی معدوم اُن کے وجود و عدم کو ہم اُن کی ذات کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ اور صاف یقین کرتے ہیں کہ اُن کی ذات نہ اُن کے وجود کا تقاضا کرتی ہے۔ نہ عدم کا۔ (کیونکہ اگر اُن کی ذات مقتضی وجود ہوتی تو وہ کبھی معدوم نہ ہوتی۔ اور اگر تقاضا عدم کرتی تو وہ کبھی وجود میں نہ آتی ایسے جواہر کو ہم ممکن (یا ممکن الخاص) کہتے ہیں۔

(۱۱) موجودات کے مقابلہ میں ہم ایسے خیالی یا وہمی مفہومات پاتے ہیں۔ جن کی ذہنی یا خیالی ذات کے لئے عدم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے وجود میں آنے کو محال و ناجائز جانتے ہیں۔ (جیسے اجتماع النقیضین یا ارتفاع النقیضین) ایسے مفہوم کو ہم ممتنع الوجود کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

(۱۲) موجودات کو ہم بعد العدم موجود دیکھتے ہیں۔ تو اس سے ہم کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ انکو وجود دینے والی نہ تو کوئی ایسی ذات ہے جس کا وجود میں آنا محال و ممتنع ہو۔ (کیونکہ جو چیز خود صالح وجود نہ ہو وہ غیر کو وجود کیونکر دے سکتی ہے۔) اور نہ ایسی ذات جس کا وجود ضروری و ذاتی نہ ہو۔ اور وہ اپنے وجود میں محتاج غیر ہو۔ کیونکہ جو چیز اپنے وجود میں محتاج غیر ہو وہ دوسرے کو وجود

نہیں دے سکتی۔ ایسے ہی چیز موجودات کو وجود دینے والی ہوتی تو موجوداتِ عالم وجود میں نہ آتے۔ نہ اس کی احتیاج رفع ہوتی۔ نہ وہ احتیاج غیر کو رفع کر سکتی۔ بلکہ اس کو وجود دینے والی کوئی ایسی ذات ہونی چاہیئے جس کا وجود ضروری ہو اور وہ غیر سے حاصل و مستفاد نہ ہو۔ اپنی ہی ذات سے ہو۔ ایسی ذات کو ہم واجب الوجود کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مختلف اہل مذاہب کی زبانوں میں اُس کو اللہ تعالیٰ یا خدا یا گاڈ وغیرہ کہتے ہیں۔

(۱۳) اِن تینوں (ممکن۔ واجب۔ ممتنع) کے مفاہیم و مصادیق میں ہم نسبت تناقض و تضاد پاتے ہیں۔ جو چیز ممکن الوجود (بامکان خاص) ہے وہ ممتنع الوجود نہیں۔ اور نہ ممتنع الوجود (بامکان خاص) ممکن ہے۔ اور جو چیز ممتنع ہے وہ نہ ممکن ہے نہ واجب اور جو واجب الوجود ہے۔ وہ نہ ممکن ہے نہ ممتنع

(۱۴) ممتنع الوجود اور مجہول الکنہ میں بڑا فرق ہے۔ اول بالتحقیق معلوم البطلان ہے جس کی حقیقت و مفہوم کو عقل نے بخوبی سمجھ لیا۔ اور اُس کی تہ کو پہونچکر اس کو باطل و ناممکن الوقوع قرار دیا ہے۔ اور ثانی صرف نامعلوم الحقیقت والکیفیت ہے۔ اور عقل ہنوز اس کی حقیقت و کُنہ و کیفیت تک پہونچی ہی نہیں۔ اور اس وجہ سے اس پر بطلان کا حکم نہیں لگاتی۔ بلکہ جائز رکھتی ہے کہ وہ ممکن الوجود ہو۔ یا اس سے بڑھکر واجب الوجود۔

(۱۵) خدا کی ذات و صفات مجہول الکنہ اور واجب الوجود ہیں نہ محال و ممتنع الوجود چنانچہ مقدمہ ۱۲ و ۱۳ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور مقدمات آئندہ میں بھی ثابت ہوگا۔

(۱۶) جن چیزوں میں انفصال حقیقی ہوتا ہے (جیسے عدد کے زوج اور فرد ہونے میں ہے۔) ان کا ایک محل میں جمع ہونا یا ایک محل سے مرتفع ہونا

محال ہے۔ بجہول الکنہ نہیں ہے۔

(۱۷) خدا تعالےٰ کی ذات بجمیع صفات کمال (جن کو عقل خدا تعالےٰ کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور مذاہب حقہ نے اُن کے وجود و ثبوت کی خبر دی ہے) واجب الوجود ہے۔ لہٰذا وہ کسی صفت میں امکان خاص سے موصوف نہیں ہو سکتی جیسے کہ امتناع سے موصوف نہیں ہوتی۔ اس کی ذات یا کسی صفت کو ممکن کہنا ایسا ہے جیسے اس کو ممتنع کہنا جو اس کے وجوب وجود کے منافی اور اس کی ضد ہے۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کی نسبت از خود صفات تجویز کر کے یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ ممکن ہے خدا تعالےٰ ایسا ہو وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ امکان ممکنات کی صفت ہے نہ خدا تعالےٰ کی جو واجب الوجود ہے۔

(۱۸) خدا تعالےٰ جملہ صفات ممکنات سے (جو لوازم امکان ہیں) منزہ و مقدس ہے۔ وہ کسی صفت کا صفات ممکنات سے موصوف نہیں ہوتا۔ اور جن صفات [illegible] ہے۔ یا بولنے سُننے والا یا محبّت یا غصہ کرنے والا اِن صفات کو صفات ممکنات سے صرف لفظی مشارکت ہے۔ یا لوازم و نتائج میں مشابہت نہ حقیقت میں مشارکت۔ یا اصلی مماثلت۔ + ۔ جو لوگ خدا کی صفات کو صفات ممکنات کی حقیقت میں مشارک و مماثل سمجھتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کو ممکن و مخلوق بتلاتے ہیں۔

(۱۹) تجزی (ذہنی یا خارجی) (اجزاء کیطرف منقسم ہونا۔) یا کسی متجزی شئے کا جزء بننا امکان کے لوازم و خواص سے ہے۔

(۲۰) مطلق احتیاج و افتقار امکان کے صفات و لوازم سے ہیں۔

(۲۱) مکان یا زمان میں متحیز و محدود ہونا (جو ہم اجسام میں مشاہدہ کرتے ہیں۔) امکان کے صفات و لوازم سے ہے۔

(۲۲) کسی امر کا صرف ممکن ہونا اس کے موجود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُسکے وجود پر کوئی دلیل قایم نہ ہو۔

(۲۳) کسی مذہبی مسئلہ یا عقیدہ کو مجہول الکنہ ممکن الوجود قرار دینے کیلئے ضروری ہے کہ وہ مسئلہ یا عقیدہ اس مذہب میں صاف و صریح طور پر وارد ہو۔ اس میں تعمق نظر اور فکر کی ضرورت نہ ہو۔ اور یہ جایز نہیں کہ ایک مسئلہ یا عقیدہ کوئی شخص کسی مذہب سے اپنے فہم و اجتہاد و استنباط کے ساتھ نکالے۔ اور پھر اُس کو مجہول الکنہ قرار دے۔

(۲۴) متشابہات مذاہب بانی مذہب کے صریح نصوص ہوتے ہیں۔ نہ اجتہادات علمار مذاہب۔ ۲۵۔ جزو کے عدم سے کل معدوم ہو جاتا ہے۔

اِن اُصول و مقدمات کی اشاعت و اشتہار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خاکسار کو بعض مسایل میں اشخاص مذاہب غیر سے گفتگو کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو اِن اصول سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو اثنار گفتگو میں ان اُصول کا سمجھانا۔ اور ان سے تسلیم کرانا مشکل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اِن اصول و مقدمات کو عام طور پر مشتہر کیا جاتا ہے۔ اعیان اشخاص مذاہب غیر سے جو لوگ خاکسار یا اور اہل اسلام سے مباحثہ کا شوق رکھیں اور قصد کریں وہ پہلے ان اصول کے تسلیم و عدم تسلیم سے خاکسار کو یا اور شخص کو جو ان اصول کی پابندی سے گفتگو کرنا چاہے۔ اطلاع دیں۔ اور در صورت عدم تسلیم کسی اصل کے مبحث مذکورہ پہلے اِس اصل میں بحث کرلیں۔ اور جو صاحب کسی اصل کا مطلب نہ سمجھیں (اور یہی امر کی محض انگریزی خوانوں سے توقع ہے) وہ اس اصل کا مطلب خاکسار یا دیگر علمائے اسلام سے جو مشرقی منطق و فلسفہ و امور عامہ میں دخل رکھتے ہوں اس کا مطلب سمجھ لیں۔

مرزا کے دام سے مسلمانوں کے بچانے کیلئے ایک دلپذیر تقریر

اور

مباحثہ میں مرزائیوں کے الزام وشکست کی آسان تدبیر

{ جس کے ذریعہ ہر ایک مسلمان اُن کے دام سے بچ سکتا ہے اور ایک عامی مسلمان مولوی مرزائی کو ساکت و ملزم کر سکتا ہے ۔ + + + }

آجتک دنیا میں جس قدر گمراہ مذہب پھیلے ہیں ۔ صرف غلطی و مغالطے سے پھیلے ہیں جسمیں ہر یک سادہ لوح کم عقل پھنس جاتا ہے ۔ یا اسوجہ سے کہ اُن مذاہب میں آزادی اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے آسانی پائی جاتی ہے ۔ جو آزاد منش اشخاص کیلئے ایک طبعی امر ہے ۔

اگر کوئی ملحد آزاد منش اپنا یہ مشن قرار دے اور اس کی منادی کرے کہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ خدا [illegible] طرف کوئی مذہب یا حکم مذہب تو ہزاروں بلکہ لاکھوں اُسکی دعوت کو قبول کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں (جن کے نظایر یورپ وغیرہ مغربی بلاد میں بیشمار اور ایشیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں ۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت اور رسولوں کی رسالت اور خدا تعالیٰ کیطرف سے منزلہ کتب و احکام حلال و حرام کے یقین و ایمان کیطرف لوگوں کو دعوت کرے تو اسکو لبیک کہنے والے اُن ملکوں میں نئے لوگوں میں کم نکلیں گے ۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں آزادی پائی جاتی ہے ۔ اور یہاں پابندی کرنی پڑتی ہے ۔ وہاں عقل رسا اور فہم صفا سے کچھ کام نہیں لیا جاتا ۔ یہاں بحر مواج عقل میں غوطہ لگانا ۔ اور شب و روز فکر صائب و تعمق غایر سے کام لینا پڑتا ہے ۔ پس اُن آزاد منش ملحدوں کی دعوت کا زیادہ تر قبول ہونا ان کی کرامت نہیں ہے ۔ بلکہ اُن کے پیروان کی سفاہت

-54

وجہالت کا نتیجہ ہے۔

قادیان کے مرزا کا مذہب باطل جو پنجاب ہندوستان میں کیقدر شیوع پایا ہے تو اُسکا سبب وشارہ بھی ہے کہ وہ مغالطے سے کام لیتا ہے۔ اور اپنے پیروان کو آزادی کا سبق دیتا ہے۔ کہ تصویریں بناؤ۔ اور سود کھاؤ۔ اور دور دراز سفر کی مصیبت اٹھاکر مکہ کیوں جاتے ہو بجائے مکہ قادیان کو کعبہ بناؤ۔ گرمی کے موسم میں روزہ رکھکر بھوکے نہ مرو۔ بلکہ اس بیت پر عمل کرو ے نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ دے سجدہ ٭ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جاوہ اس کی آزادی مذہب کی تفصیل ہم پھر کسی موقعہ پر کرینگے۔ اور بعض احکام شرعیہ سے اسکا لوگوں کو آزادی دینا اسکے صریح اقوال سے اور بعض احکام سے آزادی دینا اُسکے شبانروزی اعمال سے ثابت کر دکھائینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس مضمون میں ہم اُسکے مغالطے اور دہوکا دہی کی چند مثالیں بیان کرکے مسلمانوں کو اُسکے دام سے بچانے اور مباحثات میں اُسکو اور اس کے اتباع کو ساکت و ملزم کرنے کی تدبیر بتاتے ہیں۔

مرزا کا اصل مشن (وہ کام یا سفارت جس کے پورا کرنیکو وہ کھڑا ہوا ہے) یہ ہے کہ وہ عام اہل اسلام کو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی جماعت اصحاب کبار و تابعین انمیار و سلف اتباع شعار کی پیروی سے ہٹاوے اور بجائے اُنکے خود رسول و نبی و محدث و مجدد و مسیح موعود و مہدی مسعود بنے۔ موجودہ اعتقادات و احکام اسلام سے لوگوں کو آزاد کرے۔ اور بجائے انکے اپنے تراشیدہ مذہب کا لوگوں کو پیرو بناوے۔ اس مدعا کو حاصل کرنیکے لئے وہ دلائل صحیحہ عقلیہ یا نقلیہ سے بالکل کام نہیں لیتا۔ بجائے انکے مغالطے سے کام نکالتا۔ اور لوگوں کو ایسا دہوکا دیتا ہے جسمیں کم عقل نادان لوگ سالہا سال غلطان و پیچاں رہتے ہیں اور اُس سے مخلصی نہیں پاتے۔ (۱) وہ اپنے مجدد اور محدث ہونے کے ثبوت میں (جن کے دوسرے نام وہ نبی رسول و امام وقت بھی بتاتا ہے۔) اُن احادیث کو پیش کرتا ہے جسمیں یہ ذکر ہے کہ ہر ایک صدی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے۔٭

(باقی صفحہ ۱۰۹ پر آئیگا)

مے باید شنید

یہ رسالہ اس دفعہ کیوں غیر معمولی دیر سے نکلا؟

شائقین و ناظرین رسالہ تعجب و افسوس سے کہتے ہوں گے کہ اس دفعہ رسالہ کیوں رسالہ معرض التوا میں پڑگیا۔؟

بعض حضرات تو یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ رسالہ بند ہوگیا۔

[illegible] یہ مشہور کر چکے تھے۔ کہ یہ رسالہ ان کے حضرت اقدس کی بددعا و کرامت سے بند ہوگیا ہے۔ ان کی راست بیانی پر انگو جھوٹ دلانے والے مرزا کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے یہ فقرات و الفاظ ہیں کہ میرے مخالفوں کی قلمیں* ٹوٹ گئیں۔ (ناظرین اس فصاحت محاورہ کی داد دینا) اب سب کے منہ میں لگام دیگئی (اس تہذیب اخلاق و خوش بیانی کو بھی دیکھنا۔)

بعض حضرات کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا۔ کہ مرزا کے عقاید باطلہ مخالفہ اسلام کو مؤلف رسالہ (خاکسار) نے حق مان لیا ہے۔ اور ان سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے اس قدیم خیال سے کہ وہ عقاید کفریہ اور برخلاف اسلام ہیں رجوع کرلیا ہے۔ اور جو فتوے علماء پنجاب و ہندوستان

* یہ الہامی غلط محاورہ ہے۔ اور صحیح محاورہ یہ ہے۔ قلم ٹوٹ گیو۔ قلم اردو۔ فارسی اور عربی میں مذکر ہے۔ نہ مؤنث۔

ٹ قادیانی الحکم۔ بڑے فخر سے ایک جگہ لکھتا ہے کہ اشاعۃ السنۃ ایک وقت آیا تھا ... نکلتا تھا آج چراغ لیکر ڈھونڈو تو نظر نہیں آتا۔
اب دیکھیے الحکم پر کیا آفت آئی ہے جب یہ رسالہ نکلا۔

-55

کا مرزا کے حق میں رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شایع کیا تھا۔ اس کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس لیے اب اشاعت رسالہ کو موقوف کر دیا ہے۔

یہ خیال بھی مرزا ہی کے بعض چیلوں کا رہا جس کا ماخذ و منشا اس کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کا یہ فقرہ ہے "کہ آپ ہی فتوے طیار کیا۔ اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا"۔

اس خیال والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ رسالہ مرزا ہی کے رد میں جاری کیا گیا تھا وہ رد موقوف ہوا۔ تو رسالہ خواہ مخواہ موقوف ہو گیا۔

اے حضرات ناظرین و شائقین باتمکین یہ خیالات و مقالات سراسر باطل و غلط ہیں۔ اور ناراستی اور ہٹ دھرمی اور کسی قدر ناواقفی پر مبنی ہیں۔

نہ تو یہ رسالہ عام بند شدہ اخباروں کی طرح بند ہوا۔ اور نہ مرزا کی بد دعا و کرامت کا اسپر کچھ اثر ہوا۔ **اور** نہ اس کے مؤلف خاکسار کو مرزا کے عقاید باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام سے اتفاق ہوا [illegible] رجوع کیا نہ اس کو منسوخ کیا۔ یا کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی یہ رسالہ خاص کر مرزا کے رد میں جاری کیا گیا تھا۔ اور نہ اس سے مخصوص رہا۔

مرزا تو کل پیدا ہوا۔ اور یہ رسالہ ۱۸۷۸ء سے جاری ہے۔ **بلکہ اس غیر معمولی توقف** کی وجہ یہ ہوئی کہ خاکسار مؤلف رسالہ ایک اپنے ذاتی کام میں ایسا مصروف رہا کہ اس مصروفیت کے سبب وہ طبع شدہ حصہ رسالہ از ۲ صفحہ لغایت ۴۷ کو بھی جو عرصہ ایک سال سے مطبع میں چھپا ہوا پڑا رہا شایع نہیں کر سکا۔

وہ کام یہ تھا کہ اس واہب حقیقی اور منعم اصلی نے خاکسار مؤلف رسالہ کو ہماری مہربان گورنمنٹ سے چار مربعہ زمین عطا کرائی ہے۔ اس زمین کے انتظام آبادی میں خاکسار مصروف رہا۔ وہ خداداد زمین اس کے فضل و توفیق سے آباد ہوتی جاتی ہے۔ دو فصل ربیع و خریف کی کاشت کی برکات

سے خاکسار متمتع ہو چکا ہے اور سوم فصل ربیع کی برکات کی تحصیل درپیش ہے اور چہارم فصل خریف کی کاشت کا اکثر حصّہ ہو چکا ہے اس منعم حقیقی و ولی النعم سے امید ہے کہ اس فصل خریف کے اختتام پر تمام زمین آباد ہو جائیگی اس کے بعد یہ خاکسار اپنے دستور اور روش سی۳۰ سالہ زندگی سابق کے مطابق اشاعت رسالہ و دیگر قومی و اسلامی خدمات درس قرآن و حدیث و تالیف کتب و رسائل دینیہ خصوصاً تفسیر القرآن (جس کا خاکسار دو دفعہ وعدہ دے چکا ہے۔) و شرح مشکوٰۃ المصابیح (جسکی طالب و شائق بعض اخوان دین ہیں) اور جواب عیسائیوں کی کتاب امہات (جس کو خاکسار اپنے ذمہ ایک دَین لازم سمجھتا ہے) کے لئے وقف اور مستعد ہے۔ بشرطیکہ قوم اُن قومی کاموں کے لئے اپنی ہمت کو مصروف اور اعانت قدیم کو جاری رکھے۔ زمین ملنے کا مژدہ سُنکر کبھی یہ خیال نہ کر بیٹھے کہ اب مؤلف رسالہ کو آمدنی زمین کافی و وافی ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب اشاعت رسالہ یا تفسیر کے لئے اس کو مالی مدد دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ بلکہ بجائے اس خیال فاسد کے یہ یقین کر لیں کہ قومی کام قوم ہی کی مدد سے انجام پذیر ہو سکتے ہیں شخصی یا ذاتی طاقت یا سرمایہ قومی کاموں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر زمین کی آمدنی خاکسار اور اسکے عیال کے ذاتی مصارف کے لئے کافی ہوئے تو اُسی کو وہ حضرات غنیمت کبریٰ سمجھیں۔ اور خدا تعالےٰ کا شکر بجالاویں کہ خاکسار کے ذاتی مصارف کا بوجھ اُن پر یا اُن کے رسالہ پر نہ رہا۔ اور اس نعمت و احسان خداوندی کے شکریہ میں وہ طبع و اشاعت رسالہ و دیگر تصانیف کے لئے بدستور قدیم روپیہ سے کافی مدد دیں۔ پھر دیکھیں کس خوبی و خوش اسلوبی سے معمولی رسالہ اور دیگر دینی کاموں کو ترقی ہوتی ہے۔

عطیۂ الٰہیہ بواسطہ گورنمنٹ عالیہ مرزا پر بہت شاق و ناگوار گذرا۔ اور اس کے دل کو اس کا صدمہ سخت پہونچا۔ تو اس نے اس عطیہ کی نسبت اسی اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ فقرہ مشتہر کیا کہ ابو سعید محمد حسین کو سرکار سے زمین ملی بھی وہ ذلت ہے جس کی پیشین گوئی میں اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں کر چکا ہوں۔ اور یہ دست آویز

نقل ایک روایت کے یہ دعوےٰ کیا۔ کہ جس گھر میں آلات کاشت کاری ہوں اُس مین ذلت پہونچتی ہے۔

اس کمینہ اور حاسدانہ حملہ مرزا کا میں اس کو کچھ جواب نہیں دیتا۔ اور نہ اُس کو اپنا مخاطب بنانا چاہتا ہوں جس کی وجہ مضمون آیندہ "مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا" مین بیان کروں گا۔ یہاں صرف ناواقف مسلمانوں کو جو مرزا کے اس حاسدانہ قول وحملہ یا اُس کی دست آویز روایت سے دہوکھ کھا گئے ہوں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر اس روایت کو ان ہی معنے سے جو مرزا سمجھا ہے۔ صحیح تسلیم کرلیا جاوے تو بھی یہ خاکسار اس روایت کا مورد و مصداق نہین ہے۔ کیونکہ نہ مینے ہل وغیرہ آلات کاشت کو خریدا نہ بنایا نہ اپنی زمین میں ہل چلایا مین تو صرف زمیندار مالگذار سرکار ہوں۔ کاشتکار تو اور ہی لوگ ہیں جو کاشت کرتے ہیں۔ پھر مین اس حدیث کا مورد و مصداق کیونکر ہوسکتا ہوں۔

تمام لوگ جنہوں نے مرزا کا یہ کمینہ اور حاسدانہ حملہ اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں [illegible]
کی کمائی بطور صدقہ یا ورثہ اسکو ملی ہوئی ہے۔ فخر کررہا ہے۔ اور اس زمین کی دست آویز سے مہدی ہونے کے ساتھ حارث بھی بن بیٹھا ہے۔ وہی زمین اپنی کمائی اور خداداد وہی سے اوس کے مخالف کو ملی تو وہ ذلت بن گئی۔ سبحانک ھذا بھتان عظیمہ

اس اشتہار کے ۱۶ صفحہ کلان مین جو مرزا نے بیہودہ سرائی اور خاکسار کی دل آزاری کی ہے اور اپنے حلفی اقرارنامہ کا خلاف کرکے عہد شکنی کی ہے **اوس کا** جواب مین اوس کو کچھ نہین دیتا۔ حکام وقت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ وکمشنر لاہور اُس کا نوٹس نہ لینگے۔ تو احکم الحاکمین قیامت کے دن اس عہد شکنی کی اُس کو سزا دے گا۔ ہماری طرف سے اس بدگوئی کے جواب میں یہ بیت بس ہے ؎

بدم گفتی وخورسندی عفاک اللہ نکو گفتی　　٭　　جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا